دینی مخالفت کا ارتقاء، تاریخ میں قدر مشترک
پر پہلی بار مخالفت، موجودہ دور موسوی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵/ جولائی ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(المائدہ:۶۰)

گزشتہ خطبہ میں یہ ذکر چل رہا تھا کہ قرآن کریم نے گزشتہ قوموں کی تاریخ کو اس تفصیل کے ساتھ محفوظ فرمایا ہے اور ابرار کی بھی اور اشرار کی بھی ایسی واضح اور کھلی کھلی تصویریں اتاری ہیں کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے قرآن کریم اس پہلو سے ایک آئینہ جہاں نما ہے۔ کل عالم میں خواہ شمال ہو یا جنوب یا مشرق ہو یا مغرب، وہ قومیں بھی جن کا قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے اور وہ قومیں بھی جن کا قرآن کریم میں نام بنام ذکر نہیں ملتا، اس کتاب میں اپنے پہلوں کی تصویریں دیکھ سکتی ہیں۔ نیکوں کی بھی اور بدوں کی بھی اور وہ نقوش اتنے واضح ہیں کہ ان کو دیکھ کر کسی شخص کے لئے یا کسی قوم کے لئے یہ پہچاننا کچھ مشکل بات نہیں رہتی کہ ہماری تصویر اور ہماری شکلیں کن لوگوں سے مل رہی ہیں۔

لیکن یہ عجیب قومی المیہ ہے۔ جسے دیکھ کر یاحسرة علی العباد کے الفاظ منہ پہ جاری ہو جاتے ہیں کہ وہ لوگ جن کی تصویریں بڑی تفصیل کے ساتھ اور بڑی حفاظت کے ساتھ محفوظ رکھی گئیں

ان تصویروں کو دیکھنے کے بعد وہ جن کی شکلیں ہو بہو ویسی ہیں پھر بھی نہیں پہنچانتے کہ ہم کن چہروں کو دیکھ رہے ہیں اور یہی چہرے خود ہمارے بھی ایسے ہی ہیں۔

بہر حال جب میں نے اس مضمون پر مزید غور کیا اور قرآن کریم میں ہر طرف نظر ڈالی تو یہ دیکھ کر مجھے اور بھی حیرت ہوئی کہ اس مضمون میں بھی ایک عظیم الشان ارتقاء ملتا ہے اور اس پہلو سے یہ اتنا وسعت پذیر ہو جاتا ہے کہ اسے ایک یا دو یا تین خطبوں میں سنبھالنا ممکن ہی نہیں رہتا چنانچہ پھر میں نے صرف چند نمونے کی آیات آج کے لئے اخذ کی ہیں تا کہ اس مضمون کو سر دست جتنا بھی بیان ہو سکے اسی خطبہ میں مکمل کر لیا جائے۔

وہ ارتقاء یہ نظر آتا ہے کہ نبوت اپنے آغاز کے وقت اتنی تفصیلی نہیں ہے۔اس کے پہلو زندگی کے ہر شعبہ پر اس طرح حاوی نہیں ہیں جس طرح بعد میں آنے والی نبوت جو تکمیل کی طرف جاری رہی تھی۔اس میں نئے نئے شعبوں کا اضافہ ہوتا رہا، انسانی زندگی کے جتنے شعبے ارتقاء کرتے رہے ان کے مطابق شریعت میں بھی ایک ارتقاء نظر آتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی تکمیل حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی شریعت میں جا کر پوری طرح، پورے نقوش کے ساتھ واضح ہوئی۔اور بدوں کی تاریخ میں بھی ایسا ہی ارتقاء نظر آتا ہے، بدوں کی تاریخ بھی اپنے آپ کو دہراتی تو ہے لیکن اس طرح نہیں دہراتی کہ جتنی بدیاں پہلوں نے کیں وہیں تک آ کر وہ ٹھہر جائیں۔ ہر قوم نے ایک نئی بدی یا دو نئی بدیوں کا اضافہ کیا ہے یا ایک سے زیادہ دو یا تین یا اس سے بھی زیادہ بدیوں کا اضافہ کیا ہے، نئے نئے شرارت کے پہلو سوچے ہیں جو پہلی قوموں کو نہیں سوجھے تھے، نئی نئی حماقتیں کیں ہیں جنہوں نے حماقتوں کے نئے باب کھولے ہیں اور قرآن کریم نے اس تاریخ کو بھی اسی طرح محفوظ فرمایا لیا ہے اور آپ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ کس تفصیل کے ساتھ قرآن کریم ساتھ ساتھ اس پہلو کو بھی بیان فرماتا چلا جاتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ بدقسمت لوگ اگر وہ بد تھے تو انہوں نے وہ پہلے لوگ جو ان جیسے بد تھے ان کے قدم پر قدم مارے بلکہ ان کی برائیوں میں اضافے کئے۔ان کی شرارتوں میں نئی نئی شرارتیں سوچ کر نئے شرارت کے باب کھولے۔اس پہلو سے جب ہم غور کرتے ہیں تو وہ آیت جس کی گزشتہ خطبہ کے آخر میں یہ بات چل رہی تھی اسی آیت میں مجھے اس قسم کا ایک ارتقائی مضمون نظر آیا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۶۰﴾

کہ اے اہل کتاب! یا اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ان سے کہہ دے اہل کتاب سے کہ تم اس کے سوا ہم سے کیا برا منا رہے ہو، ہمارے متعلق اس کے سوا تمہیں کیا غصہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور اس بات پر ایمان لے آئے جو ہم پر اتاری گئی اور اس بات پر ایمان لے آئے جو ہم سے پہلے اتاری گئی تھی وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ اور برا منا رہے ہو ہماری بدیوں کا حالانکہ تم میں سے اکثر فاسق لوگ ہیں۔ جنہیں ہماری بدیاں قرار دیتے ہو وہ بدیاں تو یہ ہیں جو برا منانے والی چیز ہی کوئی نہیں اور اگر تم ان کو بدیاں ہی دیکھتے ہو تو اپنے حال پر تو نظر کرو تم میں بھاری اکثریت فاسقوں کی ہے۔

اس میں یہ بات تو سمجھ میں آجاتی ہے کہ ایمان باللہ پر وہ قومیں جو اس وقت کے خدا پر (جو خدا ظاہر ہو رہا ہوتا ہے اس وقت) ایمان نہیں لاتیں برا مناتی ہیں ان لوگوں کے ایمان کو جو ایمان لے آتے ہیں۔ یہ بھی بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لانا بذات خود ایک ابتلاء کا موجب بن جاتا ہے اور وقت کے نبیوں پر ایمان لانا یہ بھی بذات خود ایک ابتلاء کا موجب بن جاتا ہے مگر یہ کیسے ابتلاء کا موجب بنا، اس بات پر غصہ کیوں آیا کہ ہمارے گزشتہ انبیاء پر جو وحی نازل ہوئی تھی اس پر بھی ایمان لے آئے۔ یہ تو قدر مشترک ہے، یہ تو ان کے حق میں گواہی دینے والی بات ہے۔ قرآن کریم کے نزول کے زمانے سے پہلے اس چیز کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

کبھی کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس نے یہ اعتراض کیا ہو کہ تم ہماری باتیں کیوں مانتے ہو گزشتہ قومیں یہ اعتراض کیا کرتی تھیں کہ بیوقوفو! تم ہماری باتیں کیوں نہیں مانتے، ہمارے آباؤ اجداد زیادہ سمجھ دار تھے، جس مذہب پر ہم نے اپنے آپ کو پایا وہ زیادہ مکمل ہے، زیادہ پیروی کے لائق ہے، تم عجیب نئے رستے اختیار کر رہے ہو جو کجی کے رستے ہیں۔ ساری تاریخ قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ مسلسل آدم سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہی جھگڑا چلتا رہا ہے اور قرآن نے ایک نئی بات پیدا کر دی ہے کہ تم وہ لوگ ہو (یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے لوگ) جو اس بات کو بھی برا منا رہے ہو کہ جو ہم پر وحی نازل ہوئی تھی پہلے اس پر

کیوں ایمان لے آئے ہو؟

اس پہلو سے جب آپ تاریخ اسلام کا جائزہ لیتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسلم کے اول زمانے میں اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ حیرت ہے آپ تفصیل سے تاریخ پر نظر ڈالیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولین مخالفین نے۔ یہاں جو میں اولین کا محاورہ استعمال کررہا ہوں یہ کھول دیتا ہوں پوری طرح حقیقت یہ ہے کہ یہ زمانہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ہے اور کل جو زمانہ آنے والا ہے وہ بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ہی ہے اور جو پرسوں اور اس کے بعد اور اس کے بعد اور قیامت تک جو زمانے آتے چلے جائیں گے وہ سارے زمانے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے ہیں۔

پس قرآن کریم نے صرف وہ تاریخ محفوظ نہیں کرنی تھی جو تاریخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے دور میں یا آپ کے بعد خلفاء راشدین کی زندگی کے دور کی تاریخ تھی کیونکہ قرآن کریم تو زمانوں سے اس لحاظ سے بالا ہے کہ قیامت تک کے سارے زمانے جو ظاہر ہونے والے تھے وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تھے۔ اگر یہ وہی تاریخ کی باتیں کر کے خاموش ہو جاتا قرآن کریم جو اولین کے دور کی باتیں تھیں تو بعد میں آنے والے اپنا ذکر کیسے پڑھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کو محدود ماننا پڑتا کہ قرآنی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ چند سال کا ہی زمانہ تھا وہی تاریخ محفوظ ہوگئی اور اس کے بعد کی باتیں قابل ذکر ہی نہیں ہیں۔

پس وہاں اس کا فقدان ہونا ہمیں متوجہ کرتا ہے کہ بعد کے زمانے میں یہ لازماً بطور پیشگوئی کے بات پوری ہونے والی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قرآن کریم نے کہا ہو کہ یہ ہوتا ہے اور وہ نہ ہو رہا ہو۔ اس لئے اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول زمانے میں آپ کے مخالفین نے یہ اعتراض نہیں اٹھایا تو مقدر تھا کہ قیامت سے پہلے ایسے مخالفین آپؐ کے ضرور پیدا ہوں جو لازماً یہ اعتراض اٹھائیں کہ جو ہم پر نازل ہوا ہے ہم یہ بھی نہیں ماننے دیں گے ہمیں اس پر بھی غصہ آتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے تفصیل سے دیکھا تو حقیقتاً اس کے برعکس گواہیاں ملتی ہیں چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا (البقرہ:۱۴۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ اول وہی قبلہ تھا جو اہل کتاب کا قبلہ تھا اور جب تک یہ

قبلہ رہا یہ قدر مشترک رہی۔ پہلوں پر اترنے والی ہدایت پر آپؐ ایمان بھی لاتے رہے اور عمل بھی فرماتے رہے ان کو کوئی غصہ نہیں آیا۔ جونہی قبلہ تبدیل کرنے کا حکم نازل ہوا اس وقت ان بیوقوفوں نے (اہل کتاب نے) یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہمارا قبلہ کیوں چھوڑا ہے۔ کہتے ہیں کہ کس بات نے ان سے تبدیل قبلہ کروادیا ہے۔ اچھا بھلا ہمارا قبلہ تھا اسے چھوڑ کر ایک نیا قبلہ اختیار کر گئے ہیں۔ پس اشتراک پر غصہ ان کو بھی نہیں آیا اختلاف پر غصہ آیا ہے اپنے مذہب کی Monoply انہوں نے نہیں کی یہ نہیں کہا کہ ہمارے سوا ہمارے مذہب کو کوئی بھی مانے گا تو ہمیں غصہ آجائے گا اور اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی قرآن کریم نے یہی کیفیت ظاہر فرمائی کہ آپؐ مسلسل یہ چاہتے رہے کہ وہ اپنا قبلہ چھوڑ دیں اور ہمارا قبلہ لے لیں۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ (البقرہ:۱۴۶)

کہ اے محمد تیری تمنا بہت ہے نظر آرہی ہے، لیکن ہم تجھے بتاتے ہیں (یہ تشریحی ترجمہ ہے) کہ باوجود تیری خواہش کے ہم تجھے بتا رہے ہیں کہ جتنے بھی نشانات ممکن ہیں تو ان کو دکھاتا چلا جا یہ تیرے قبلے کی طرف منہ کبھی نہیں کریں گے اپنے قبلے پر قائم رہیں گے۔ تو اگر رسول اکرم ﷺ کو یہ خواہش نہیں تھی کہ اس قبلے کو ساری دنیا اختیار کر لے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ کہنا بالکل بے معنی ہے کہ تو نشان پر نشان چاہے دکھاتا چلا جا ہرگز یہ تیرے قبلے کو قبول نہیں کریں گے۔ اور پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ (البقرہ:۱۴۶) ایک عظیم الشان ایک رہنما اصول پیش فرما دیا کہ قومیں یہ نہیں کیا کرتیں کہ دھوکہ دینے کی خاطر اپنا قبلہ چھوڑ کے کسی اور کا قبلہ پکڑ لیں جو بھی اعلان کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ خدا فرماتا ہے دنیا میں یہ نہیں ہوا کرتا قومیں اپنے ہی قبلے کو پکڑ کے رہتی ہیں اور کسی غرض کے لئے بھی وہ اپنے قبلے کو چھوڑ کر اپنے دشمن کا یا کسی اور کا قبلہ نہیں پکڑا کرتیں۔ چنانچہ فرمایا کہ یہی ہوگا اس سے پہلے فرما چکا ہے وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ نہ انہوں نے تیرا قبلہ پکڑنا ہے۔ نہ تو ان کا قبلہ پکڑے گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ انسانی نفسیات ہے خدا تعالیٰ نے دستور بنا دیا ہے انسان کا اس سے وہ ہٹ نہیں سکتا لازماً اس قبلہ پر رہتا ہے جس کو وہ حقیقی قبلہ سمجھتا ہے اور اس کو بدل نہیں سکتا۔

خود حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا یہ دستور تھا اور صحیح بخاری میں اس دستور کا

تذکرہ ملتا ہے ویسے بھی متعدد احادیث میں بکثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت کا ذکر ملتا ہے کہ جب تک قرآن کریم کی کوئی آیت کسی حکم کے بارے میں نازل نہ ہو آپؐ تورات کے احکام پر عمل فرمایا کرتے تھے **عن ابن عباسؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یحب موافقۃ اھل الکتاب فی ما لم یؤ مرفیہ** (صحیح بخاری کتاب اللباس حدیث نمبر ۵۴۶۲) کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل کتاب کے دستور کے مطابق عمل فرمایا کرتے تھے جب تک قرآن کریم کی کوئی آیت اس معاملے میں واضح طور پر نازل نہ ہو جائے، آپ کو حکم نہ دے دیا جائے۔اور تاریخ پر آپ نظر ڈال کے دیکھیں تلاش کرلیں ہر طرف سے، مخالفین کا لٹریچر اور ان کی تاریخ بھی دیکھ لیں، موافقین کا لٹریچر اور ان کی تاریخ بھی دیکھ لیں ایک اعتراض حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپؐ کے دشمن اہل کتاب نے یہ نہیں اٹھایا کہ تم ہماری کتابوں کے مطابق کیوں عمل کر رہے ہو، ہمیں غصہ آتا ہے دھوکہ دے رہے ہو اور ہم تمہیں اپنی کتابوں کے مطابق عمل نہیں کرنے دیں گے نظر دوڑائیے، دیکھئے کوئی اشارۃً بھی آپ کو ایسا اعتراض نظر نہیں آئے گا۔

پھر قرآن کریم یہ کیا فرمارہا ہے هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا تم عجیب بے قوف قوم ہو کہ کچھ تو لوگ برا مناتے ہیں اور ہمیشہ سے مناتے آئے ہیں یعنی نئی وحی کے اوپر برا مناتے ہیں، اللہ پر ایمان لانے کے اوپر ہمیشہ جھگڑے چلے ہیں لیکن تم نے ایک نیا اضافہ کر دیا ہے، حماقتوں کا نیا باب کھول دیا ہے کہ یہ بھی برا منا رہے ہو کہ تم پر جو وحی نازل ہوئی تھی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہے اس کو کیوں مان رہے ہیں، اس کو کیوں نہیں جھٹلاتے، اس کی تکذیب کیوں نہیں کرتے۔پس یہ واقعہ اگر حضرت رسول کریمصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولین دور میں نہیں ہوا تو ناممکن تھا کہ قیامت آتی پیشتر اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے زمانہ میں یہ واقعہ رونما نہ ہو جاتا اور یہ ہو چکا ہے اور آج اس تفصیل کے ساتھ ظاہر ہو رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کس طرح نقطہ بنقطہ، منہ بہ منہ یہ وہ تصویر بنا رہے ہیں جو قرآن کریم پیش فرما رہا ہے۔

کہتے ہیں کہ احمدی کلمہ توحید نہ پڑھے وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا یہ ہم پر اتاری گئی، ان سے پہلے اترا ہے مِنْ قَبْلُ اترا ہے اور ان کا کلمہ پڑھنے کا کوئی حق نہیں ہمیں اس سے غصہ آتا ہے۔کہتے ہیں

یہ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد نہ کہیں کیونکہ مسجد کا لفظ اس سے پہلے جو وحی نازل ہوئی تھی اس میں اترا تھا اور وہ ہماری وحی ہے ان کا کوئی حق نہیں۔ کہتے ہیں کیسے ظالم ہیں احمدی اشتعال انگیزیوں سے باز ہی نہیں آرہے اپنی مسجدوں کا رخ ہمارے قبلہ کی طرف کر بیٹھے ہیں ہم تو رخ موڑ کے چھوڑیں گے ورنہ قتل عام کر دیں گے۔ کہتے ہیں اس سے بھی بڑی اشتعال انگیزی کیا ہو سکتی ہے کہ جو ہمارا قبلہ تھا اس کی طرف منہ کر لیا ہے۔ اب اس واقعہ کو ہی آپ تاریخ اسلام کے اولین دور کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھ لیں کیسا کھل جاتا ہے کہ دین کس کا ہے۔ اندھا بھی ٹٹول کر دیکھنا چاہے اس کو بھی محسوس ہو جائے گا کہ کیا واقعہ رونما ہو گیا ہے ان کو پتہ ہی نہیں چلا۔ اول دور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جھگڑا یہ چل رہا تھا کہ اچھا بھلا ہمارا قبلہ پکڑا ہوا تھا ہمارا قبلہ کیوں چھوڑ بیٹھے ہو؟ اور اب جھگڑا یہ چل پڑا ہے کہ ہمارا قبلہ کیوں پکڑا ہوا ہے، ہم الٹا کے چھوڑیں گے۔ تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہر دور میں نئی حماقتیں جنم لیتی ہیں جہاں نبوت ارتقاء پذیر تھی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر شریعت کامل ہوگئی وہاں آپؐ کے زمانے میں بدیوں کی تاریخ بھی مکمل ہوگئی۔ اب بدیوں میں بھی ایسے ایسے حیرت انگیز اضافے ہوئے ہیں کہ پہلی قوموں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس قسم کی بدیاں بھی ہو سکتی ہیں اور وہ میں بتا رہا ہوں کہ یہ زمانہ مصطفوی ہی ہے۔ آج ہم وہ خوش نصیب ہیں جو اس زمانہ مصطفوی کو پا گئے ہیں۔ ہماری ذات میں وہ تصویریں بن رہی ہیں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی تصویریں مقدر تھیں اور قرآن کریم میں بطور پیشگوئی کے درج تھیں۔ اگر یہ واقعہ درست نہیں ہے تو پرانے واقعات نکال کر دکھاؤ کہ کب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولین دشمن آپؐ پر یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ تمہیں کوئی حق نہیں ہے اہل کتاب کی باتیں اختیار کرنے کا۔

یہاں تک جہالت میں بڑھ گئے ہیں کہ مقدمے درج کئے گئے کہ احمدیوں کے نام مسلمانوں جیسے نام کیوں رکھے گئے ہیں، یہ نام بدلا دیئے جائیں اور تاریخ کو زیادہ مکمل اور محفوظ کرنے کے لئے تا کہ خدا تعالیٰ نے جہاں جہاں نقوش پر سیاہیاں پھیری ہیں وہ آئندہ آنے والوں کیلئے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیں کوئی مٹا نہ سکے۔ اسمبلیوں میں یہ بات ریکارڈ ہوگئی ہے۔ چنانچہ ابھی چند دن پہلے پنجاب اسمبلی میں یہ ریزولیشن پیش کیا گیا ہے کہ ربوہ کا نام تبدیل کر دیا جائے کیونکہ لفظ ربوہ قرآن کریم میں آتا ہے اور ہم یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے کہ ایسا مقدس لفظ جو قرآن کریم میں

لکھا ہو وہ یہ ناپاک لوگ اختیار کر لیں۔ یعنی کلیۃً پرانی وحی کو ہم ان سے کاٹ کر اس طرح الگ پھینک دیں گے کہ ایک شعشہ ایک نقطہ بھی قرآن کریم کا ان کو اپنانے نہیں دیں گے۔

یہ ہے نیا باب جو مذہب کے نام پر نفرتوں کی تاریخ میں کھولا گیا ہے اور اس کے متعلق قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے بطور پیشگوئی میں کہتا ہوں اس کا ذکر فرمایا تھا کیونکہ اگر یہ بطور پیشگوئی نہ ہوتا تو تاریخ میں اس کا ذکر ملنا چاہئے تھا اور جہالت کی حد ہے کہ یہ نہیں دیکھتے کہ قرآن کریم میں تو ابلیس کا نام بھی ہے، شیطان بھی لکھا ہوا ہے اور ابولہب کا بھی ذکر ہے، فرعون کا بھی ذکر ہے تو اس زمانے کے ابولہب اور اس زمانے کے فراعین پھر اپنے یہ نام بھی کاٹ لیں ہر قسم کے اسماء قرآن کریم میں موجود ہیں **کُلَّھَا** ہر قسم کے اسماء ہیں۔ اور قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس پر کوئی کہہ نہیں سکتا کہ اس کتاب کو ہم کسی اور پر مطلق نہیں ہونے دیں گے۔ یہ تو اطلاق پاکے رہے گی چاہو بھی تو تم اس کو چھین کر اپنی جھولی میں سمیٹ نہیں سکتے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین بھی تھے اور تمام جہانوں کے لئے نذیر بھی تھے نذیر" للعالمین بھی تھے اور بشیر للعالمین بھی تھے اس لئے قرآن کریم میں تو ہر قوم کا ذکر مل رہا ہے جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ تمہارا بھی ذکر مل رہا ہے اور بڑی تفصیل سے مل رہا ہے ان ذکروں کو کس طرح نوچ لو گے۔

قرآن کریم میں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آتا ہے اور بڑی محبت کے ساتھ یہ نام مذکور ہے بڑی پاکیزگی کے ساتھ یہ نام مذکور ہے اور آج ایرا غیرا ہر قسم کے بدکار لوگ بھی ایسے ملتے ہیں جنہوں نے یہ نام رکھا ہوا ہے اور تعصب کی آنکھ سے دیکھنے والوں کو یہ نظر ہی نہیں آرہا۔ ایسے ایسے ذلیل لوگ ہیں، ایسے ایسے گندے لوگ ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے بھی ان کو شرم اور حیا آنی چاہئے کہ ہم حضور اکرمؐ کی طرف منسوب ہو کر آپؐ کی ہتک کا موجب بن رہے ہیں۔ اور ان کو یہ محمد کہتے ہیں۔ ان کے خلاف گواہیاں دی جاتی ہیں عدالتوں میں قرآن اٹھا اٹھا کہ یہ محمد چور ہے یہ ایسا ہے یہ ایسا ہے ان کو کوئی حیا نہیں آتی۔ وہ نام نہیں نوچتے۔ یہ دلیل جو دی جا رہی ہے میری طرف سے اس کا اسی آیت میں ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ان باتوں میں اعتراض تو کر رہے وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ تم یہ نہیں دیکھتے کہ تم میں سے اکثر فاسق لوگ ہیں اور تم اس بات کے اہل نہیں ہو کہ پہلی کتابوں کے اوپر تم عمل کر کے دکھاؤ اور ان کی طرف منسوب

ہو کیونکہ تمہارے اعمال گندے ہیں۔ اپنی کتابوں کی رو سے گندے ہیں۔ اس لئے جو اس بات کے اہل ہیں شایان شان ہے جن کو کہ وہ پرانی تعلیمات پر بھی عمل کریں جو ان میں سے باقی رکھنے کے لائق ہیں اور نئی تعلیمات پر بھی عمل کریں تمہارا کوئی حق نہیں ان کو کاٹنے کا۔ چنانچہ اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے:

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ (المائدہ: ۶۳)

کہ تو ان میں سے اکثر کو اس حال میں پائے گا يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ کہ گناہوں کی طرف بڑھنے میں جلدی کرتے ہیں ایک دوسرے پر مسابقت کرتے ہیں، وَالْعُدْوَانِ اور نافرمانیاں اور Transgression حدود سے تجاوز کرنا اس میں بھی وہ بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ اور حرام خوری کی جتنی قسمیں ہیں ان میں وہ ملوث ہو چکے ہیں، ہر قسم کے حرام مال ظلم کے ساتھ کھانے کے طریق ان میں رائج ہو گئے ہیں۔ غریبوں کا مال لوٹ رہے ہیں، دوسروں کی جائیدادیں ہڑپ کر رہے ہیں، رشوتیں دے رہے ہیں رشوتیں کھا رہے ہیں۔ چوری چکاری، افیم، نشے کی چیزیں، خفیہ ٹریڈ ایسی جو ہر قسم کی گندگی کو جنم دینے والی، عورتیں بیچنا، اغوا کرنا، مال کھانے کی جتنی بھی گندی قسمیں ہیں، فرماتا ہے اس میں تم آگے بڑھ رہے ہو اور نیکیوں کے محافظ بنتے ہو؟ وہ جو نیکی پہ عمل کرتے ہیں اس پر اعتراض کر رہے ہو۔ کیونکہ تمہارا اعتراض یہ ہے کہ بائبل کی نیک باتوں پر کیوں عمل کرتے ہو تم کیونکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر وہ بائبل کا اعتراض ہوتا، یہ میرا مطلب ہے، اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بائبل پر عمل کرتے تھے تو نیک باتوں پر ہی عمل کرتے تھے۔ تو قرآن کریم کی رو سے یہ اعتراض اس قوم کی طرف سے اٹھایا جا رہا تھا گویا کہ، اٹھانا چاہئے تھا کہ تم عجیب لوگ ہو بائبل کی نیک باتوں پر کیوں عمل کر رہے ہو۔ قرآن فرماتا ہے تم بائبل کی بد باتوں پر عمل کر رہے ہو جن سے روک رہی ہے اور حیا نہیں کر رہے ہے اور نیکیوں کو روک رہے ہو کہ بائیبل کی اچھی باتوں پر عمل نہ کرو یہ مضمون بنتا ہے۔ لیکن اس وقت یہ نقش ظاہر نہیں ہوا، آج ظاہر ہو رہا ہے اور آج بائبل کی جگہ قرآن کریم نے لے لی ہے۔

آج جماعت احمدیہ کو یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن کریم کی اچھی باتوں پر تم کیوں عمل کر رہے ہو۔ بری باتوں پر عمل کرنے کے لئے ہم جو رہ گئے ہیں۔ Heads I win tails you lose والا قصہ ہے۔ قرآن کریم کا تو پھر کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیں گے۔ ہم اس لئے عمل نہیں کر سکتے کہ تم ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ جو پہلے نازل ہوا ہے ہم اس کی پیروی کر سکیں اور تم اس لئے عمل نہیں کر سکتے کہ قرآن کریم فرماتا ہے اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ تم میں سے اکثر فاسق ہو چکے ہیں اور تمہاری سوسائٹی تمہارے روزانہ کے اخبار، ہر صفحہ ہر اخبار کا سوسائٹی کی ایسی بھیانک تصویر کھینچ رہا ہے جو اپنے بھیانک پن میں زیادہ بھیانک ہوتی چلی جارہی ہے، اور بھی آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔

قرآن کریم نے اتنے تفصیل سے ان واقعات کو نہ صرف محفوظ فرمایا بلکہ دلائل ہر قسم کے اکٹھے کر دیئے۔ اور یہ مضمون جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بہت ہی وسیع مضمون ہے ابھی جو آیت میں نے بیان کی ہے اس کی بھی تفصیلات کا اطلاق میں نے ابھی نہیں کر کے دکھایا۔ مگر بہر حال ہمیں وقت کی رعایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ مختصر کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ غور کریں گے جب اپنے طور پر تو حیران ہوں گے کہ ہر نوع کے دلائل جو اہل اللہ یعنی ابرار لوگوں نے پیش کئے وہ بھی قرآن کریم نے محفوظ کر لئے ہیں اور ہر نوع کی کج بحثیاں اور بدتمیزیاں جو انبیاء کے مخالفین نے پیش کیں یا پیش کر سکتے تھے ان کو بھی قرآن کریم نے محفوظ کر لیا اور بظاہر ایک سلسلۂ انبیاء کی باتیں محفوظ ہوئی ہیں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا کے پردے پر جتنے مذاہب ظاہر ہوئے ہیں وہ قرآن کے بیان کردہ دائرے سے باہر نہیں جا سکے۔ ان کے نیک لوگوں کا ذکر بھی قرآن کریم کے اندر مل جاتا ہے خواہ نام نہ لیا گیا ہو ان کے بدلوگوں کا ذکر بھی مل جاتا ہے، خواہ نام نہ لیا گیا ہو۔ اس مضمون کو آگے بڑھاتے بڑھاتے قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ جب وہ لوگ، وقت کے علماء عاجز آ جاتے ہیں، شروع میں دلائل سے بات کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں دلیل دینے کی، پھر دلیل میں ان کو کس طرح مار پڑتی ہے، کس طرح وہ نامراد ہو جاتے ہیں اس کا ذکر فرماتا ہے۔ کس کس قسم کی دلیلیں دیتے ہیں اور جواباً انبیاء اور ان کے ماننے والے پھر ان کو شکست دینے کے کیا کیا طریق اختیار کرتے ہیں اور بالآخر لازماً وہ شکست کھا جاتے ہیں۔ اور جب ان کے پاس کوئی دلیل باقی نہیں رہتی تو فرماتا ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ (العنکبوت:۲۵)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی یہ ہوا تھا اس سے پہلے بھی ہوتا آیا اور بعد میں بھی یہی مضمون اپنے آپ کو دہراتا رہا ہے۔ آگ کی جگہ کسی اور عذاب نے لے لی، گالیاں بدل گئی ہوں گی لیکن فی ذاتہٖ یہ مضمون تبدیل نہیں ہوا۔ جب بھی انبیاء کے دلائل سے اور ان کے غلاموں کے دلائل سے قومیں عاجز آئی ہیں تو آخر پر انہوں نے یہی کہا ہے کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یا تو ان کو قتل کر دیا جائے یا ان کے گھروں کو آگ لگا دی جائے یا ان کو زندہ جلا دیا جائے۔

چنانچہ بعینہٖ یہی مطالبہ اب علماء کی طرف سے جماعت احمدیہ کے خلاف بھی شدت اختیار کر رہا ہے اور اب ان کے اپنے تبصرے یہ ہیں کہ آرڈیننس بھی ہم نے لگوا کے دیکھ لیا تب بھی ان کی ترقی نہیں رکی۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی کارروائیاں پہلے سے تیز تر ہوگئی ہیں اور اخبارات میں کھلم کھلا مجھے گالیاں دیتے ہوئے کہتے ہیں اس کو پاکستان نے روکا کیوں نہیں۔ ہم تمہیں سمجھا رہے تھے اس کے پاسپورٹ ضبط کر لو اب وہ باہر نکل گیا ہے، پہلے سے بھی کئی گنا بڑھ گئی ہیں ان کی شرارتیں ہمارے خلاف۔ ان کو وہ ’’شرارتیں‘‘ کہہ رہے ہیں۔ یہ رک ہی نہیں رہے، ان کی ترقیاں ان کی جائیدادیں بڑھ رہی ہیں، ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، یوگنڈا میں یہ ہو گیا فلاں جگہ یہ ہو گیا۔ ان کو روکنے کی کوئی ترکیب کرو اور یہ سارے شکست کے اعترافات کرنے کے بعد کہتے ہیں ایک ہی علاج ہے ان کو قتل وغارت کرو ان کو زندہ درگور کر دو اور پھر علماء نقشے کھینچتے ہیں کہ اس طرح حکومت ہمارے سپرد کرے، ہم مقتل کی طرف جلوس بنا کے چلیں وہاں ان کو آدھا آدھا جسم زمین میں گاڑ کر ان پر پتھراؤ کرتے ہوئے ان کو شہید کریں وہ تو کہتے ہیں ہم قتل وغارت کریں محاورہ ان کا ہے جہنم واصل کریں۔ گویا جہنم کے فرشتے خدا نے ان کو ہی بنا رکھا ہے۔ جنت واصل کرنے کا کوئی لفظ آپ ان سے نہیں سنتے لیکن جہنم واصل کرنے کی ساری ترکیبیں ان کو آتی ہیں۔ کہتے ہیں پھر ہم تالیاں بجاتے ہوئے ان کو جہنم واصل کر کے واپس آجائیں گے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ پہلی قومیں اسی طرح کرتی آئی ہیں یہی کہا کرتے تھے۔ جب ان کی دلیل نے کام نہیں کیا اور انبیاء کی دلیل نے ان کی دلیلوں کو ریزہ

ریزہ کردیا۔ جب بجائے اس کے کہ وہ غالب آتے فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ (البقرہ:۲۵۹) کا نظارہ دیکھا گیا۔ جب وہ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالتے ہوئے غور کرنے لگے کہ ہم تو ہر لحاظ سے مار کھا چکے ہیں پوری طرح ہماری شکست ہوگئی۔ تب انہوں نے کہا کہ اب تو سوائے اس کے چارہ کوئی نہیں قتل کرو یا آگ بھڑکاؤ اور اس میں ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ہر وہ شخص جو خدا کی خاطر آگ کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جایا کرتا ہے اللہ اسے ضرور آگ سے نجات بخشتا ہے۔ اس وقت ان کی نفرتوں کا حکم جاری نہیں ہوتا، خدا کی محبت کی تقدیر جاری ہوتی ہے اور وہ اپنے پیاروں کو ان کی بھڑکائی ہوئی جہنموں میں جلنے نہیں دیا کرتا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اس بات میں تو ایمان لانے والوں کے لئے بہت سے نشانات ہیں۔ اب یہ بہت ہی پیارا طریق بیان ہے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے اوپر تو قدم قدم پر جان نچھاور ہوتی ہے بظاہر ذکر ایک شخص کا چل رہا ہے اور واحد کا صیغہ استعمال ہو رہا ہے۔ جب مضمون ختم کیا تو فرمایا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ کہ اگر ایک ہی واقعہ ہوا تھا آگ میں پڑنے اور آگ سے نکالے جانے کا اگر ایک ہی دفعہ یہ ہوا تھا کہ خدا کی خاطر آگ میں چھلانگ لگانے والے کے لئے آگ کو گلزار کر دیا گیا تھا تو ایک ہی نشان ہوا اس میں سوچنے والوں کے لئے سینکڑوں، ہزاروں نشان کیسے ہوگئے؟ مگر خدا فرماتا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ خوشخبری دے رہا ہے کہ یہ ایک آگ کا واقعہ ایک ہی نہیں رہا کرتا اور آگ کو جو گلزار بنایا جاتا ہے یہ بھی ایک دفعہ واقعہ نہیں ہوتا۔ مومنوں کی زندگی میں کثرت سے ایسے نشان پھیلے پڑے ہیں۔ یہ بار بار ہونے والا واقعہ ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے'' (تذکرہ صفحہ:۳۲۴) اور احمدیوں نے بکثرت آگ کو گلزار بنائے جانے کے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

تو فرماتا ہے لوگ تو تاریخ کی باتیں کرتے ہیں اور قرآن کریم کو تاریخ کی ایک ایسی کتاب سمجھتے ہیں جو گزشتہ زمانے کے قصے بیان کر رہی ہے مگر جو تصویریں ہم بناتے ہیں ہم انہیں زندہ بھی کر دیا کرتے ہیں ہر زمانے میں ان میں پھونکتے روح اور پھر ان کو گلیوں اور بازاروں میں چلا کے

دکھاتے ہیں، اس طرح کی تاریخ ہم نے لکھی ہے جو زندہ بن کر پھر تمہارے سامنے فلموں کی طرح دہرائی جاتی ہے۔

جو گزشتہ خطبہ میں میں نے واقعات بیان کئے تھے وہ بھی اسی قسم کے تھے۔ حیرت سے انسان اس کتاب کامل کو دیکھتا ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کی معجز بیانی پر روح وجد کرتی ہے اس کو فرقان کہتے ہیں۔ کیا ہے کوئی دنیا میں مورخ؟ جو ایسی تاریخ لکھنے کا دعویدار ہو جو سابقہ قوموں کی تاریخ لکھ رہا ہو اور بعینہٖ اسی طرح انہی نقوش کے ساتھ وہ قومیں زندہ ہو کر پھرنے لگیں اور صرف یہی نہیں بلکہ اعلان کیا گیا ہو، دعویٰ کیا گیا ہو کہ ہاں ایسا ہوگا۔ تو جب یہ فرمایا اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ تو یہ مضمون کھل گیا۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہر مورخ تاریخ لکھتا ہے اور ویسی شکلیں بن جایا کرتی ہیں تو قرآن نے بھی ایسی بات کی ہوگی۔ قرآن تو کھول کر بتا رہا ہے کہ یہ مومن یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے یہ ایسے نشان روز اپنی زندگیوں میں دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے لئے تو ابراہیم ایک ماضی کا قصہ بن گیا ہے مگر آج مکّہ اور مدینہ کی گلیوں میں گھر گھر میں ابراہیم پیدا ہو رہے ہیں اور ایک قسم کی آگ نہیں سینکڑوں قسم کی آگوں کو یہ بھڑکتا بھی دیکھتے ہیں اور اپنے لئے بجھتا ہوا بھی دیکھتے ہیں۔ اور یہی واقعات آج احمدیت کی تاریخ میں رونما ہو رہے ہیں۔ کیسے ہمارے ایمانوں کو ہمارے دلوں سے نوچیں گے؟ یہ تو ہر کوشش کے ساتھ ان ایمانوں کو نئی تازگی بخش دیتے ہیں۔ ہر دفعہ جب چاہتے ہیں کہ یہ ایمان کے نقوش مٹ جائیں تو نئی شان کے ساتھ اجاگر ہو کر نئے جلوؤں کے ساتھ چمکنے لگتے ہیں۔

پھر قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ جب یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ اب قوم دلائل میں عاجز آگئی یعنی مخالفین دلائل میں عاجز آگئے اور کوئی حربہ اب ان کے پاس باقی نہیں رہا سوائے جبر اور تشدد اور نمرودیت اور فرعونیت کے۔ اس وقت پھر کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں جو تاریخ بیان فرما رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر یہ مذہبی تحریک ایک سیاسی تحریک میں تبدیل ہونے لگتی ہے اور اس وقت بیچ میں حکومتوں کا دخل آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ لوگ جو عامۃ الناس کے طور پر یا مذہبی رہنماؤں کے طور پر ایک سچائی کی بیخ کنی میں ناکام ہو جاتے ہیں پھر یہ اسے سیاسی رنگ دیتے ہیں اور سیاست کی راہ سے حکومتوں پر قابض ہوتے ہیں اور حکومتوں پر اثر انداز ہوتے

ہیں اور کہتے ہیں اب دیکھیں گے کہ یہ کس طرح بچ کے جائیں گے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۳﴾ (الشعراء:۵۳) ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ تو میرے بندوں کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے نکل کھڑا ہو۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ یہ تمہاری پیروی کریں گے اور تمہارا پیچھا کریں گے فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ (الشعراء:۵۴) فرماتا ہے فرعون نے مدائن میں اکٹھے کرنے والے بھیجے اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۵﴾ (الشعراء:۵۵) اور کہا کہ یہ لوگ چھوٹی سی، معمولی ادنیٰ سی اقلیت ہیں۔ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۶﴾ (الشعراء:۵۶) اوران کو یہ جرأت، یہ حوصلہ کہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔

یہ مضمون مختلف رنگ میں قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ لیکن یہاں ترتیب ایک ایسی ہے جو خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا نے جب حکم دیا تھا کہ اپنی جگہ چھوڑ کر باہر چلے جاؤ تمہاری پیروی کی جائے گی تو اس کے بعد تو کوئی مناظرہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد تو یہ نہیں کہا گیا کہ یہ ہمیں غصہ دلاتے ہیں پھر تو بات ہی ختم ہوگئی تھی۔ اس لئے اس آیت کو بعد میں رکھنے کی بجائے پہلے کیوں رکھ دیا گیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ جب یہ سارا جھگڑا چل پڑا تو لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ کہا اور یہ بھی کہا ہمیں غصہ دلاتے ہیں وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۷﴾ (الشعراء:۵۷) اور ہم باوجود اس کے کہ ہم بڑی جمعیت رکھتے ہیں اور موجود کھڑے ہیں نگران کھڑے ہیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا بظاہر ترتیب کے لحاظ سے کہ پھر ہم نے موسیٰ پر وحی کی کہ اس جگہ کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ لیکن اس بات کو جو آخر پر ہوئی ہے بظاہر اس کو پہلے رکھ دیا ہے اور اس کو بعد میں رکھ دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی ایسے واقعات رونما ہونے والے تھے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے پتہ چلتا ہے کہ تیرے پر ایسا زمانہ آنے والا ہے جو موسیٰؑ پر آیا تھا (تذکرہ صفحہ:۳۶۶) اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ نہ اس وقت تک آیا جب تک مسیح موعود علیہ السلام زندہ رہے نہ آج تک کے خلفاء کی تاریخ میں یہ زمانہ آیا ہے اور چونکہ مسیح موعود علیہ السلام پر یہ اس بات نے لازماً صادق آنا ہے اس لئے آئندہ ایسا زمانہ ضرور آجائے گا (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ:۵۴۶۔۵۴۷ تفسیر سورۃ الفجر)۔ وہ

جماعت احمدیہ پر آیا ہوا ہے اور آج کل آیا ہوا ہے اور اس ترتیب کے ساتھ آیا ہوا ہے۔ یہ ساری باتیں اب بعد میں جاری ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں بڑی شدت کے ساتھ۔

چنانچہ یہ بھی بڑا عجیب تکبر کا کلمہ ہے اور اسی سے پتہ چلتا ہے کہ مذہبی مخالفت ایک سیاسی رخ اختیار کرلے گی اور جمعیت کی بات کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ ہم اکثریت میں ہیں اور یہ دلیل ہے ہماری اور جب غیر قومیں پوچھیں گی کہ تم یہ کیا ظلم کر رہے ہو تو کہیں گے اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۵﴾ اور قصور ان کا ہے وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۶﴾ یہ بدمعاش لوگ ہم کو غصہ دلا رہے ہیں چھوٹے سے حقیر سے لوگ۔ اور لفظ شــرذمة بڑا ہی پیارا ہے نقشہ کھینچنے کے لحاظ سے ویسے تو بڑا ہی نکما لفظ ہے لیکن چونکہ نقشہ بہت عمدہ کھینچ رہا ہے اس لئے یہاں بہت ہی اچھا لگ رہا ہے۔

عرب کہتے ہیں ثــوب شــرازم کہتے ہیں ایسے کپڑے کو جو چیتھڑا بن چکا ہو۔ پھٹا ہوا جسے پنجابی میں لیر لیر کہتے ہیں۔ تو جو کپڑا چیتھڑا چیتھڑا ہو چکا ہو اس کو عرب ثــوب شـــرازم کہتے ہیں تو شــرذمة کا مطلب ہے ایک بوسیدہ پھٹا ہوا چھوٹا سا ٹکڑا۔ تو کس قدر متکبرانہ فقرہ ہے۔ ان کی حالت تو دیکھو بوسیدہ پھٹے ہوئے ذلیل کپڑے کے ایک ٹکڑے ہی تو ہیں جو ہم سے پھٹ کر الگ ہو چکا ہے اور اب یہ کیا حق رکھتے ہیں اور باہر بیٹھا یہ چھوٹا سا ٹکڑا ہمیں غصہ دلا رہا ہے۔ تو ہم کیا کریں پھر؟ وَ اِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۷﴾ ہم تو ایک جمعیت کے طور پر یہاں موجود ہیں پھر ہم تو برداشت نہیں کریں گے، ہم تو پھر ماریں گے ان کو۔

تو جو دلائل کے ساتھ مذہبی مخالفت تھی وہ ایک جنون کی شکل اختیار کرگئی قرآن کریم کی اس تاریخ کے مطابق اور اس جنون نے پھر سیاسی رستے اختیار کئے اور سیاسی دباؤ ڈالنے کے لئے یہ مضمون بنایا گیا کہ یہ تم کہتے ہو Innocent ہیں معصوم ہیں، ان کا کیا قصور ہے؟ قصور یہ ہے کہ ایک ذلیل سی اقلیت ہے چھوٹی سی اور ہمارے لئے مسائل کھڑے کر دیئے ہیں۔ غصہ دلا رہے ہیں ہمیں، ہم تو پھر غصہ کھائیں گے تو ماریں گے بھی۔ اور پھر خدا فرماتا ہے کہ جب یہ باتیں ہوتی ہیں قوموں میں تو پھر اس وقت کے بادشاہ، اس وقت کی حکومتیں اپنی خاطر، اپنے بچاؤ کی خاطر اپنی Popularity کی خاطر، ہر دلعزیزی کی خاطر اس مسئلہ کو خود اٹھا لیا کرتی ہیں۔

یہ عجیب طرز کلام ہے فرعون نے یہ نہیں کہا تھا کہ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ قرآن کریم سے یہ نہیں پتہ چل رہا قرآن کریم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فرعون نے کہا تھا اکٹھے کر کے لاؤ سب کوتا کہ تماشا دیکھیں کہ کون جیتتا ہے اور کون ہارتا ہے۔ اور یہ نہیں فرمایا و قال ان ھاؤلآء لشرذمة قليلون ۔ اس کو بغیر کسی وضاحت کے کھلا رہنے دیا گیا ہے فقرہ، معلوم ہوتا ہے جو علماء اکٹھے کرنے کے لئے گئے تھے انہوں نے اپنی طرف سے یہ باتیں شروع کر دیں تھیں اور یہ پراپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ آؤ اکٹھے ہو کر آؤ کیونکہ ایک نہایت ہی معمولی گھٹیا اقلیت ہے جو ہمیں غصہ دلا رہی ہے، اب اس کا بدلہ اتاریں گے۔ تو یہ دلیل انہوں نے ازخود قائم کی ہے اور پھر اس کو پھیلایا ہے۔ جب حکومت پوری طرح بیچ میں ملوث ہوگئی اور فرعون بھی ہار گیا۔ سارے اکٹھے ہو کر جو لوگ آئے تھے ان کی کچھ پیش نہیں گئی۔ دلائل کی رو سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منہ بند کر دیئے تو پھر فرعون نے بھی وہی رستہ اختیار کیا جو اس سے پہلے وقت کے علماء نے مختلف اختیار کیا تھا اور کہا ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی (المومن: ۲۷) اب مجھے چھوڑو میں قتل کر کے دکھاتا ہوں۔ اب پکارتا رہ جائے اپنے رب کو دیکھتے ہیں کیسے بچاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہی الہام ہوا (تذکرہ صفحہ: ۱۶۹) اور جب یہ الہام ہوا ہو کسی وقت کے نبی کو اور اس کی ذات میں پورا نہ ہو تو بعض دفعہ اس کے غلاموں کی شکل میں پورا ہوتا ہے اور اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہوتی کہ نعوذ باللہ مرتبہ ایک ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو کنگن دیکھے اور پھونکیں مار کے اڑا دیئے وہ ایک ایسے غلام کی شکل میں واقعہ پورا ہوا جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقام و مرتبے میں کوئی دور کی بھی نسبت نہیں تھی۔ تو یہ معنی نہیں ہوا کرتے اس لئے بعض لوگ غلط فہمی سے اس طرف چل پڑتے ہیں اور مراتب کی بحث میں اور قوموں کو شوق ہوا کرتا ہے کہ اپنے وقت کے لوگوں کو جن سے محبت کرتے ہیں زبردستی ان کے مراتب بڑھاتے چلے جائیں۔ حالانکہ مرتبے تو خدا بڑھایا کرتا ہے بندوں کے کہنے سے، ان کی باتوں سے کبھی کوئی مرتبہ نہیں بڑھ سکتا۔ اس لئے اس دھوکہ میں اب مبتلا نہ ہو جائیں۔ میں جو مضمون بیان کرنے لگا ہوں اس کی حقیقت کو سمجھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ الہام ہے لیکن آپ کے کسی غلام کی شکل

میں پورا ہونا تھا۔اور یہ عجیب بات ہے کہ سوائے میری ذات کے خلیفہ المسیح الرابع کے آج سے پہلے کسی خلیفہ کے متعلق قوم نے یہ آواز بلند نہیں کی کہ پکڑو اور اس کو قتل کرو اور جھوٹا الزام قتل کا لگایا گیا ہو جس طرح جھوٹا الزام حضرت موسیٰ پر بھی قتل کا لگایا گیا تھا۔اب بظاہر تو یہ لگ رہا ہے کہ قوم کے علماء مطالبہ کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس کو قتل کر کے دکھائیں گے لیکن قرآن اصل بات بتا رہا ہے کہ یہ علماء کی سازش نہیں ہے یہ حکومت وقت کی سازش تھی۔ ورنہ قرآن کریم یہاں یہ نہ فرماتا فرعون کی طرف منسوب کر کے وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى اور اگر یہ گزشتہ زمانہ کے متعلق تھا صرف تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعینہ ان الفاظ میں الہام نہیں ہونا تھا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعینہ ان الفاظ میں الہام کا ہونا بتا رہا ہے کہ آپ کے متعلق یہ الہام ہے اور آپ کے کسی غلام کی صورت میں یہ پورا ہوگا اور بظاہر اس وقت لوگ کہہ رہے ہوں گے کہ ہمیں دو، ہم قتل کرتے ہیں۔لیکن خدا کہتا ہے جو عالم الغیب ہے کہ یہ حکومت کی سازش ہے اور دراصل فرعون وقت یہ کہہ رہا ہے کہ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى مجھے ذرا موقع تو دو، دیکھو میں کس طرح اس کو قتل کر کے دکھاتا ہوں۔وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ پھر پکارتا رہ جائے اپنے رب کو، دیکھیں گے کہ کس طرح اس کا رب اس کو بچاتا ہے اور اس کے بعد پھر دو دلائل بھی وہ پیش کرتا ہے۔اپنی اس دھاندلی کے متعلق، اس کے حق میں، اس کے جواز کے طور پر وہ دو دلائل پیش کرتا ہے۔

اور عجیب بات ہے کہ یہی دو دلائل آج حکومت پاکستان کی طرف سے ساری دنیا کی Embassies کے سامنے پیش کئے گئے ہیں اور جب مقامی احمدیوں نے احتجاج کئے ہیں تو انہوں نے حکومت پاکستان کے ان دلائل کو لفظاً لفظاً دہرا کے ان کو بتایا ہے کہ حکومت پاکستان کا یہ موقف ہے اور یہ مجبور ہے۔ دلائل کیا دیئے ہیں؟ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ میں یہ ڈرتا ہوں میں جو اس کی مخالفت کر رہا ہوں اس شدت کے ساتھ فرعون کہتا ہے یہ اس لئے کر رہا ہوں کہ کہیں یہ تمہارا دین نہ تبدیل کر دے۔اب یہ عجیب بات ہے ساری قوم حضرت موسیٰ کی مخالف تھی اور قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے بڑے لوگ آپس میں ان کے قتل کے مشورے کرتے تھے اور قوم کا ذکر ہی نہیں کیا فرعون نے۔ کہتا ہے میں مخالفت کر رہا ہوں یعنی یہ سارا سہرا اپنے سر پر لے رہا ہے۔اور اس کی پھر دلیل دے رہا ہے کہ میں جو مخالفت کر رہا ہوں۔اے قوم! تمہاری خاطر، تمہاری

محبت میں ایسا کر رہا ہوں، تمہیں بچانے کی خاطر ایسا کر رہا ہوں اگر ان کو اس حال پر چھوڑ دیا گیا یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اوراس کے ساتھی تمہارا دین ضرور تبدیل کر دیں گے۔ تبلیغ کے ذریعہ تم پر غالب آجائیں گے اور یہ ہم برداشت نہیں کر سکتے ۔اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ (المومن:۲۷) یا پھر اس کے نتیجہ میں فساد جاری ہوگا۔ جب بھی یہ تبلیغ کریں گے فساد پھیلے گا کہاں تک حکومت اب ان فسادات کا مقابلہ کرے۔ پس یہی دو جواب ہیں جو حکومت پاکستان کی طرف سے ساری دنیا کی Embassies کو، تمام دنیا کی حکومتوں کو تحریراً دیئے جا چکے ہیں اور ان کی طرف سے تحریراً یہ ریکارڈ ہم تک پہنچ چکا ہے۔

یہ ہے قرآنِ کریم کی شان کس تفصیل سے یہ تاریخ انبیاء کا ذکر کرتا ہے اس کے دہرائے جانے کا ذکر فرماتا ہے اور اپنے اندر یہ واضح اشارے رکھتا ہے کہ یہ بات جو ہم کہہ رہے ہیں یہ اس ترتیب سے جو ہوگی یہ آئندہ ہونے والی ہے۔ گزشتہ زمانے کی اور ترتیب تھی واقعات یہی تھے۔ اب آئندہ آنے والے زمانے میں واقعات یہی ہوں گے مگر ترتیب بدل جائے گی اور ان واقعات کے مطابق آیات کی ترتیب بدل دی۔ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ پھر جس کے زمانے میں ہونے تھے پورے اس کو الہاماً بتایا کہ تیرے زمانے میں یہ واقعہ ہونے والا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ دونوں باتیں بیان فرمائیں کہ تجھ پر ایسا وقت آئے گا جو موسیٰ کا زمانہ ہوگا اور فرمایا کہ تیرے متعلق ایک کہنے والا یہ کہے گا کہ مجھے موقع دو، مجھے چھوڑ و ذرا، میں اس کو قتل کر کے دکھاتا ہوں اور مصلح موعود ان واقعات سے مدتوں پہلے دسیوں سال پہلے کھول کر لکھ چکے ہیں کہ یہ واقعات آئندہ کسی خلیفہ کے زمانہ میں ہوں گے۔ اور وہ ہونگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمائندگی میں۔ یہ ہے قرآن کریم کہ کس شان سے، کس تفصیل سے تصویریں بناتا ہے اور پھر ان کو اس نئے دور میں ظاہر کرنے کی ضمانت دیتا ہے اور کوئی مفسر اس کے منہ میں یہ باتیں نہیں ڈالتا خود قرآن کریم قطعی اشارے اس بات کے رکھتا ہے کہ یہ ماضی کا قصہ تھا، یہ مستقبل میں ہونے والے واقعات ہیں اور اس تفصیل کے ساتھ یا اس تبدیلی کے ساتھ رونما ہوں گے۔

پھر آخر پر قرآن کریم فرماتا ہے اور یہاں میں اس مضمون کو ختم کروں گا کہ جب یہ مذہبی مخالفت حکومتوں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے اور ایک جماعت بظاہر کمزور ہوتے ہوئے جو

لَشِرْ ذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ کہلا رہی ہو وہ نہ علماء کے بس میں رہتی ہے نہ حکومتوں کے بس میں رہتی ہے۔ تو پھر اس کے لئے بڑی کثرت سے روپیہ بھی خرچ کیا جاتا ہے اور پیشہ ور مخالفین مقرر ہو جاتے ہیں اور خالصتہً اس وجہ سے ان کو پیسہ ملتا ہے کہ وہ اس مخالفت پر ملازم رکھے گئے اور مقرر ہو گئے کہ تم نے مخالفت کرنی ہے اور زندگی میں کام ہی کوئی نہیں۔ اور وہ دور بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہے۔ اور یہ بھی ان آیات میں سے ہے جو اس سے پہلے دور اول میں رونما ہوتی بظاہر نظر نہیں آ رہیں فرماتا ہے: اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۳﴾ (الواقعہ: ۸۲-۸۳) اے بیوقوف قوم کے چند لوگو! تم نے اب یہ ذریعہ رزق کا بنالیا ہے پیشہ ور بن گئے ہو رزق کمانے والے صرف اس بنا پر کہ تم خدا کے سچوں کی مخالفت کرو گے اور تکذیب کرو گے۔

اب اس بات کو سمجھ کر آپ تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو حضرت رسول اکرم ﷺ کے اولین زمانے میں تو ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ وہ جو کمائیوں کے ذریعے تھے وہ تو اور تھے کوئی پیشہ ور مولوی انہوں نے نہیں رکھا ہوا تھا اس غرض سے کہ وہ مخالفت کرے اور جھٹلانے کے پیسے کھائے۔ تاریخ پر نظر ڈالیں دکھائیں کوئی واقعہ مجھے تو کہیں نظر نہیں آیا۔ کوئی ہوگا تو بڑا مدھم اور اوجھل ہوگا۔ لیکن قرآن بڑی شان اور بڑی وضاحت کے ساتھ کھول کر بیان کر رہا ہے کہ لازماً محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا یہ واقعہ ہے اور قرآن کی بات ٹل نہیں سکتی اس لئے اگر دور اوّل میں یہ واقعہ نہیں ہوا تو لازماً دور آخر میں ہونا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور کے آغاز سے لے کر آج تک یہ قصہ چل رہا ہے کہ علماء تکذیب کی کھٹی کھا رہے ہیں۔ ہزار ہا ہزار ہا علماء ایسے پیدا ہوئے اور ابھی بھی پیدا ہوئے ہیں اور ان کی تعداد بڑھ رہی ہے جن کا پیشہ تکذیب ہے اور سارا رزق تکذیب کی وجہ سے کھاتے ہیں۔ احمدیت کو گالیاں دینی چھوڑ دیں تو ان کی آمدنیاں ختم اور گالیاں دینی بند کر دیں یا تائید کا لفظ کہہ دیں تو تب بھی ان کے رزق ختم۔ چنانچہ بعض علماء جب دلائل مان جاتے ہیں تو آخر پر کہتے ہیں خاموشی سے کہ میاں رزق کا سوال ہے مجبوری ہے۔ یہی لفظ بولتے ہیں رزق کا سوال ہے اور قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے یہ پیشگوئی فرمادی تھی وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ کتنا کمینہ رزق ہے چوہڑوں چماروں

کے بھی رزق ہوتے ہیں مگر بہر حال وہ ہاتھ کی حلال کمائی ہوتی ہے، ان کے بدن کو لگتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے جوان کو طاقتیں بخشی تھیں وہ بنی نوع انسان کے فائدے اور ان کی بھلائی کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کو رزق ملتا ہے۔ دنیا کی نظر اس کو گندہ رزق سمجھ رہی ہے۔ دنیا کی آنکھیں اس کو پلید کھانا سمجھتی ہے مگر خدا جو رازق ہے جو کائنات کا مالک اور خالق ہے وہ کہتا ہے مجھے تو پلید رزق یہی نظر آ رہا ہے کہ تم نے تکذیب کو ذریعہ بنالیا ہے رزق کی کمائی کا۔ اتنا گر گئے ہو اتنے کمینے ہو گئے ہو اور امر واقعہ یہ ہے کہ آج کروڑوں نہیں اربوں روپیہ جماعت احمدیہ کی تکذیب کے اوپر خرچ ہو رہا ہے اور یہ جو مختلف ملکوں کے دورے ہو رہے ہیں اور بے شمار خرچ کیا جا رہا ہے افریقہ میں اور امریکہ میں اور انگلستان میں اور یورپ کے دوسرے شہروں میں اور ایشیاء کے دوسرے ملکوں میں ہر جگہ ان لوگوں کے پاس تکذیب کے لئے کہیں سے پیسہ آ رہا ہے اور جب یہ تکذیب چھوڑتے ہیں تو ان کا مارکیٹ میں کوئی مول ہی نہیں پڑتا۔ عجیب قوم ہے۔ آج ذرا علماء کا منہ بند کروا کے دکھا دیں کوئی بھی کہیں جماعت کے خلاف، تو ایک دم ان کا رزق کا ذریعہ ختم ہو جائے گا۔ وہی روٹیاں جو شام کو بٹا کرتی تھیں گاؤں سے وہی رہ جائیں گی باقی بس۔ تو جتنی شانیں ہیں یہ موٹریں، یہ ہوائی جہازوں کے سفر یہ تکذیب کے ذریعہ سے رزق مل رہا ہے اور خدا کی شان دیکھیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے متعلق فرمایا تھا کہ ایسی قوم بھی ظاہر ہونے والی ہے، ایسے نئے انداز مخالفت بھی اب تمہیں نظر آئیں گے وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ پس ان تصویروں کو دیکھو اور سمجھو کہ تم خود کیا بنتے چلے جا رہے ہو اور ہمیں کیا بناتے چلے جا رہے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹا دو لیکن ہم تو وہ نقوش نہیں ہیں جو ظاہر ہو جائیں تو پھر مٹ جایا کرتے ہیں۔ ایک عام دنیا کا شاعر کہتا ہے کہ:

ع ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ہم میں وہ خوبیاں ہیں کہ جریدۂ عالم پر ہمارے نقوش ثبت ہو گئے ہیں، ہمارا دوام ثبت ہو گیا۔ تو پھر خدا کی قسم وہ قوم جس کے نقوش جریدۂ قرآن پر نقش ہو چکے ہوں، کون ہے دنیا میں جو اس قوم کے نقوش کو مٹا کے دکھا دے۔ ان نقوش کی زندگی کا قرآن ضامن ہو چکا ہے۔ ان کی بقاء کا قرآن ضامن ہو چکا ہے۔ ان کے دن بدن نئے شان کے ساتھ جلوہ گر ہونے کا قرآن کریم ضامن ہو چکا

ہے۔اس لئے یہ نقوش تو بہر حال نہیں مٹیں گے۔تم دیکھو کہ تمہارے وہ نقوش تو نہیں جو قرآن کی گواہی کے مطابق ہمیشہ مٹا دیئے جایا کرتے ہیں اور صرف عبرت کے طور پر کھنڈرات کی صورت میں باقی قائم رکھے جایا کرتے ہیں۔کاش تمہیں دیکھنے کے لئے نور بصیرت عطا ہو لیکن افسوس کہ اب جبکہ میں یہ کھلی کھلی تصویریں دکھا رہا ہوں مجھے تو یہ یقین نہیں کہ یہ دیکھیں گے اور پہچانیں گے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تو فرمایا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے (ابوداؤد کتاب الادب حدیث نمبر ۴۲۷۲)، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ایک مومن سارے جہان کا آئینہ ہوتا ہے۔مومن کے چہرے میں اس کی زبان سے اپنی تصویر کو دیکھنا اور سننا اور سمجھنا اس کی توفیق بھی مومن ہی کو چاہتی ہے۔جس میں ایمان کی بصیرت ہو وہی دیکھ سکتا ہے۔

اس لئے تم عجیب بدنصیب لوگ ہو کہ ہمارے چہرے دیکھ کر اگر نہیں پہچان سکتے کہ یہ اللہ والوں کے چہرے ہیں، یہ جھوٹوں کے چہرے نہیں ہیں۔تم ایسے بدنصیب ہو کہ اپنے چہروں کو دیکھ کر بھی نہیں پہچان سکتے۔تم نور بصیرت سے عاری ہو گئے ہو۔لیکن ساری قوم نہیں ایسے ائمۃ التکفیر ہیں جن کا یہ حال ہے۔جہاں تک باقی قوم کا تعلق ہے یہی قرآن ہمیں خبر دیتا ہے کہ تمہیں بظاہر اندھیرا نظر آئے گا اور یوں معلوم ہوگا کہ سارا علاقہ اندھیرے کے قبضہ میں جا چکا ہے لیکن یاد رکھنا کہ وہ خدا جو اندھیروں کا خدا ہے وہ نور کا بھی خدا ہے، وہ راتوں کے سینے پھاڑ کر ان میں سے نور کے سوتے نکال دیا کرتا ہے۔اس لئے اپنے رب سے دعاؤں میں کبھی مایوس نہ ہونا۔اگر ائمۃ التکفیر کی تقدیر نہیں بدلنے والی کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ انہوں نے لازماً یہ حرکتیں کرنی ہیں اور ان کی تقدیر میں، ان کی قسمت میں نور بصیرت ہے ہی نہیں، تو ایسا ہی ہوگا۔لیکن ساری قوم پر ہرگز تم نے یہ فتویٰ نہیں دینا کیونکہ ایسے لوگ پھر انہی میں سے پیدا ہوتے ہیں جو اپنے ظالم آباؤ اجداد کی حرکتوں کے اوپر لعنتیں بھیجنے والے ہوتے ہیں۔وہ اندھیروں سے نور کی طرف حرکت کر کے نکل آتے ہیں اور وہ جن پر ان کے والدین لعنتیں بھیجا کرتے تھے ان پر وہ رحمتیں بھیجتے نہیں تھکتے اور روتے ہوئے دن کو بھی رحمتیں بھیجتے ہیں اور رات کو بھی رحمتیں بھیجتے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد پر جنہوں نے ان پاک ابرار کے اوپر لعنتیں بھیجی تھیں ان پر پھر اپنے منہ سے یہ لعنتیں بھیجتے ہیں۔یہ تقدیر ہے قوموں کی جو ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی۔

خدا کرے اور ہماری دعا یہی ہے کہ وہ جو خدا کی نظر میں لعنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں وہ بہت تھوڑے ہوں اور اللہ کی رحمت، اللہ کی ہدایت کا نور جلدی پھوٹے اور جلدی وہ دن ظاہر ہو جو ہمارے لئے بشاشتوں کا دن ہوگا اور خوشخبریوں کا دن ہوگا اور فتح وظفر اور نصرت کا دن ہوگا اور تسبیح کا دن ہوگا اور حمد کا دن ہوگا۔ اپنی ذات کی بڑائی کا دن نہیں ہوگا بلکہ اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر اور ان کی بڑائی کا دن ہوگا۔